مذہب اور اُس کی حقیقت

اور دیگر ادیان پر اسلام کی برتری اور اسکی امتیازی خصوصیات

معجزہ اور اس کی حقیقت اور اس کا اسلام کا طغرۂ امتیاز ہونا

منقول از کتاب: براہین احمدیہ، حصہ پنجم، مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ

شائع کردہ:

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب

از:

شعبہ دعوت و ارشاد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ۔ لاہور

بار اوّل مارچ ۱۹۷۸ء

تعداد: ایک ہزار

www.aaiil.org

مذہب کی حقیقت اور اسلام کی خصوصیات

ہزار ہزار شکر اس خداوند کریم کا ہے۔ جس نے ایسا مذہب ہمیں عطا فرمایا جو خدا دانی اور خدا ترسی کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی نظیر کبھی اور کسی زمانہ میں نہیں پائی گئی۔ اور ہزارہا درود اس نبی معصوم پر جس کے وسیلے سے ہم اس پاک مذہب میں داخل ہوئے۔ اور ہزارہا رحمتیں نبی کریم کے اصحاب پر ہوں جنہوں نے اپنے خونوں سے اس باغ کی آبپاشی کی۔

اسلام ایک ایسا بابرکت اور خدا نما مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص سچے طور پر اسکی پابندی اختیار کرے ان تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کاربند ہو جائے جو خدائے تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف میں مندرج ہیں تو وہ اسی جہان میں خدا کو دیکھ لے گا۔ وہ خدا جو دنیا کی نظر سے ہزاروں پردوں میں ہے اسکی شناخت کے لئے بجز قرآنی تعلیم کے اور کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ قرآن شریف معقولی رنگ میں اور آسمانی نشانوں کے رنگ میں نہایت سہل اور آسان طریق سے خدائے تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور اس میں ایک برکت اور قوت جاذبہ ہے۔ جو خدا کے طالب کو دم بدم خدا کی طرف کھینچتی اور روشنی اور سکینت اور اطمینان بخشتی ہے۔ اور قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا صرف فلسفیوں کی طرح یہ ظن نہیں رکھتا کہ اس پُرحکمت عالم کا بنانے والا کوئی ہونا چاہیئے۔ بلکہ وہ ایک ذاتی بصیرت حاصل کر کے اور ایک پاک رؤیت سے مشرف ہو کر یقین کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقع وہ صانع موجود ہے اور اس پاک کلام کی روشنی حاصل کرنیوالا محض خشک معقولیوں کی طرح یہ گمان نہیں رکھتا کہ خدا واحد لاشریک ہے۔ بلکہ صدہا چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ جو اس کا ہاتھ پکڑ کر ظلمت سے نکالتے ہیں۔ واقعی طور پر مشاہدہ کر لیتا ہے۔ کہ درحقیقت ذات اور صفات میں خدا کا کوئی بھی شریک نہیں۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ عملی طور پر دنیا کو دکھا دیتا ہے کہ وہ ایسا ہی خدا کو سمجھتا ہے اور وحدت الٰہی کی عظمت ایسی اس کے دل میں سما جاتی ہے کہ وہ الٰہی ارادہ کے آگے تمام دنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح

بلکہ مطلق لاشے اور پیر اسر کالعدم سمجھتا ہے۔

انسانی فطرت ایک ایسے درخت کیطرح واقع ہے جس کے ایک حصہ کی شاخیں نجاست اور پیشاب کے گڑھے میں غرق ہیں۔ اور دوسرے حصے کی شاخیں ایک ایسے حوض میں پڑتی ہیں جو کیوڑہ اور گلاب اور دوسری لطیف خوشبوؤں سے پُر ہے۔ اور ہر ایک حصے کی طرف سے جب کوئی ہوا چلتی ہے تو بدبو یا خوشبو کو جیسی کہ صورت ہو پھیلا دیتی ہے۔ اسی طرح نفسانی جذبات کی ہوا بدبو ظاہر کرتی ہے۔ اور روحانی نفحات کی ہوا پوشیدہ خوشبو کو پیرایۂ ظہور و بروز پہناتی ہے۔ پس اگر روحانی ہوا کے چلنے میں جو آسمان سے اترتی ہے۔ روک ہو جائے تو انسان نفسانی جذبات کی تند و تیز ہواؤں کے ہر طرف سے ٹاپنے کھا کر ان کی بدبوؤں کے نیچے دب کر ایسا خدائے تعالیٰ سے منہ پھیر لیتا ہے کہ شیطان مجسم بن جاتا ہے اور اسفل السافلین میں گرایا جاتا ہے۔ اور کوئی نیکی اس کے اندر نہیں رہتی اور کفر اور معصیت اور فسق و فجور اور تمام رذائل کے زہروں سے آخر ہلاک ہو جاتا ہے اور زندگی اس کی جہنمی ہوتی ہے۔ اور آخر مرنے کے بعد جہنم میں گرتا ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ کا فضل دستگیر ہو اور نفحاتِ الٰہیہ اس کے صاف اور معطر کرنے کے لئے آسمان سے چلیں اور اس کی روح کو اپنی خاص تربیت سے دم بدم نورانیت اور تازگی اور پاک طاقت بخشیں تو وہ طاقتِ بالا سے قوت پا کر اسقدر اُوپر کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ کہ فرشتوں کے مقام سے بھی اُوپر گذر جاتا ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ انسان میں نیچے گرنے کا بھی مادہ ہے اور اُوپر اٹھائے جانے کا بھی۔

اور کسی نے اس بارے میں سچ کہا ہے۔ ؎

حضرتِ انساں کہ حدِ مشترک را جامع است

می تواند شد مسیحا میتواند خر شدن

لیکن اس جگہ مشکل یہ ہے کہ نیچے جانا انسان کے لئے سہل امر ہے۔ گویا ایک طبعی امر ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ایک پتھر اُوپر کو بہت مشکل سے جاتا ہے۔ اور کسی دوسرے کے زور کا محتاج ہے۔ لیکن نیچے کی طرف خودبخود گر جاتا ہے۔ اور کسی کے زور کا محتاج نہیں۔ پس انسان اُوپر جانے کے لئے ایک زور آور ہاتھ کا محتاج ہے۔ اسی حاجت نے سلسلۂ انبیاء اور کلام الٰہی کی ضرورت ثابت کی ہے۔ اگرچہ دنیا کے لوگ سچے مذہب

کے پرکھنے کے معاملہ میں ہزار ہا پیچ در پیچ مباحثات میں پڑ گئے ہیں۔ اور پھر کبھی کسی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچے لیکن سچ بات یہ ہے کہ جو مذہب انسانی نابینائی کے دُور کرنے اور آسمانی برکات کے عطا کرنے کیلئے اس حد تک کامیاب ہو سکے جو اس کے پیروکی عملی زندگی میں خدا کی ہستی کا اقرار اور نوعِ انسان کی ہمدردی کا ثبوت نمایاں ہو۔ وہی مذہب سچا ہے۔ اور وہی ہے جو اپنے سچے پابند کو اس منزلِ مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔ جس کی اُسکی رُوح کو پیاس لگادی گئی ہے۔ اکثر لوگ صرف ایسے فرضی خدا پر ایمان لاتے ہیں جن کی قدرتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں۔ اور جس کی شکتی اور طاقت صرف قصوں اور کہانیوں کے پیرایہ میں بیان کی جاتی ہے۔ پس یہی سبب ہوتا ہے کہ ایسا فرضی خُدا ان کو گناہ سے روک نہیں سکتا۔ بلکہ ایسے مذہب کی پیروی میں جیسے جیسے اُن کا تعصب بڑھتا جاتا ہے۔ ویسے ویسے فسق و فجور پر شوخی اور دلیری زیادہ پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اور نفسانی جذبات ایسی تیزی میں آتے ہیں۔ کہ جیسے ایک دریا کا بند ٹوٹ کر اردگرد پانی اُسکا پھیل جاتا ہے۔ اور کئی گھروں اور کھیتوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ وہ زندہ خُدا جو تازہ نشانوں کے شعاع اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اپنی ہستی کو تازہ بتازہ معجزات اور طاقتوں سے ثابت کرتا رہتا ہے۔ وہی ہے جس کا پانا اور دریافت کرنا گناہ سے روکتا ہے۔ اور سچی سکینت اور شانتی اور تسلی بخشتا ہے۔ اور استقامت اور دلی بہادری کو عطا فرماتا ہے۔ وہ آگ بن کر گناہوں کو جلا دیتا ہے۔ اور پانی بن کر دنیا پرستی کی خواہشوں کو دھو ڈالتا ہے۔ مذہب اسی کا نام ہے جو اسکو تلاش کریں اور تلاش میں دیوانہ بن جائیں۔

یاد رہے کہ محض خشک جھگڑے اور سب و شتم اور سخت گوئی اور بدزبانی جو نفسانیت کی بنا پر مذہب کے نام پر ظاہر کی جاتی ہے۔ اور اپنی اندرونی بدکاریوں کو دُور نہیں کیا جاتا۔ اور اس محبوبِ حقیقی سے سچا تعلق پیدا نہیں کیا جاتا۔ اور ایک فریق دُوسرے فریق پر نہ انسانیت سے بلکہ کتوں کی طرح حملہ کرتا ہے۔ اور مذہبی حمایت کی اوٹ میں ہر ایک قسم کی نفسانی بدذاتی دکھلاتا ہے کہ یہ گندہ طریق جو سراسر استخوان ہے اس لائق نہیں کہ اُس کا نام مذہب رکھا جائے۔ افسوس ایسے لوگ نہیں جانتے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے۔ اور اصل اور بڑا مقصود ہمارا اِس مختصر زندگی سے کیا ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ اندھے اور ناپاک فطرت رہ کر صرف متعصبانہ جذبات کا نام مذہب رکھتے ہیں۔ اور ایسے فرضی خُدا

خُدا کی حمایت میں دُنیا میں بداخلاقی دکھلاتے اور زبان درازیاں کرتے ہیں جن کے وجود کا ان کے پاس کچھ بھی ثبوت نہیں۔ وہ مذہب کس کام کا مذہب ہے، جو زندہ خدا کا پرستار نہیں بلکہ ایسا خدا ایک مردے کا جنازہ ہے۔ جو صرف دُوسروں کے سہارے سے چل رہا ہے۔ سہارا الگ ہوا اور وہ زمین پر گرا ایسے مذہب سے اگر ان کو کچھ حاصل ہے تو صرف تعصب، اور حقیقی خُداترسی اور نوعِ انسان کی سچی ہمدردی جو افضل خصائل ہے۔ بالکل ان کی فطرت سے مفقود ہو جاتی ہے۔ اور اگر ایسے شخص کا ان سے مقابلہ پڑے جو ان کے مذہب اور عقیدے کا مخالف ہو تو فقط اسی قدر مخالفت کو دل میں رکھ کر اُسکی جان اور مال اور عزت کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ان کے متعلق کسی غیر قوم کے شخص کا کام پڑ جائے تو انصاف اور خُداترسی کو ہاتھ سے دے کر چاہتے ہیں، کہ اس کو بالکل نابود کر دیں۔ اور وہ رحم اور انصاف اور ہمدردی جو انسانی فطرت کی اعلےٰ فضیلت ہے۔ بالکل ان کے طبائع سے مفقود ہو جاتی ہے۔ اور تعصب کے جوش سے ایک ناپاک درندگی اُن کے اندر سما جاتی ہے۔ اور نہیں جانتے کہ اصل غرض مذہب سے کیا ہے؛ اصل بدخواہ مذہب اور قوم کے وہی بدکردار لوگ ہوتے ہیں۔ جو حقیقت اور سچی معرفت اور سچی پاکیزگی کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے۔ اور صرف نفسانی جوشوں کا نام مذہب رکھتے ہیں۔ تمام وقت فضول لڑائی جھگڑوں اور گندی باتوں میں صرف کرتے ہیں۔ اور جو وقت خُدا کے ساتھ خلوت میں خرچ کرنا چاہیئے۔ وہ خواب میں بھی ان کو میسّر نہیں ہوتا۔ بزرگوں کی نندیا تحقیر تو ان کا کام ہوتا ہے۔ اور خود اندر ان کا نفسانی غلاظتوں سے اس قدر بھرا ہوا ہوتا ہے۔ جیسا کہ سنڈاس نجاست سے، زبان پر بک بک بہت مگر دل خُدا سے دُور۔ اور دُنیا کے گند میں غرق پھر مصلح قوم ہونے کا دعوےٰ۔ ع ۔ خفتہ راخفتہ کے کند بیدار۔ ایسے آدمی نہ خوف نہ وہ دل سے کسی کی بات سن سکتے ہیں۔ نہ تحمل سے جواب دے سکتے ہیں۔ ان کے نزدیک تمام اسلام نشانۂ اعتراض ہے۔ کوئی بات بھی اچھی نہیں۔ اور عجیب تر یہ کہ وہ اس حالت پر خوش ہوتے ہیں۔ اور کسی دُوسری قوم کے انسان پر کوئی موزیانہ ہاتھ ڈال کر خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم نے بہت ثواب کا کام کیا ہے۔ یا بڑی ہمت اور جوانمردی دکھلائی ہے۔ لیکن افسوس کہ اس زمانہ میں اکثر قومیں اسی تعصب کا

نام مذہب خیال کرتی ہیں۔ اور ہم اس خراب علامت سے عام مسلمانوں کو بھی باہر نہیں کہتے۔ پس وہ خدا کے نزدیک زیادہ مواخذہ کے لائق ہیں۔ کیونکہ ان کو وہ دین دیا گیا تھا جس کا نام اسلام ہے۔ جس کے معنے خدائے تعالےٰ نے قرآن شریف میں خود ظاہر فرمائے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: "بلیٰ من اسلم وجھہ للّٰہ وھو محسن" یعنے اسلام کے دو ٹکڑے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا کی رضا میں ایسا محو ہو جانا کہ اپنی رضا چھوڑ کر اسکی رضا جوئی کے لئے اس کے آستانہ پر سر رکھ دینا۔ اور دوسرے عام طور پر تمام بنی نوع سے نیکی کرنا۔ پس یہ دین کیسا پیارا اور نیک اور پاک اصول پر مبنی تھا جس کی تعلیموں سے وہ بہت دور پڑ گئے۔ اور یہ تباہی اسوقت پیدا ہوئی جبکہ قرآن شریف کی تعلیم سے عمداً یا غلطی سے اعراض کیا گیا۔ کیونکہ اعراض خواہ صوری ہو یا معنوی فیض الہٰی سے محروم کر دیتا ہے۔ اور اس جگہ ہماری مراد اعراض صوری سے یہ ہے کہ ایک شخص خدائے تعالےٰ کے کلام سے بالکل منکر ہو اور اعراض معنوی سے یہ مراد ہے کہ بظاہر منکر تو نہ ہو لیکن رسم اور عادت اور نفسانی اغراض اور اقوال غیر کے نیچے دب کر ایسا ہو جائے۔ کہ خدائے تعالےٰ کے کلام کی کچھ پرواہ نہ کرے۔

غرض یہ دو خبیث مرضیں ہیں جن کے بچنے کے لئے سچے مذہب کی پیروی کی ضرورت ہے۔ یعنے اوّل یہ مرض کہ خدا کو وحدہٗ لاشریک اور متصف بتمام صفات کاملہ اور قدرت تامہ قبول نہ کر کے اس کے حقوق واجبہ سے منہ پھیرنا اور ایک نمک حرام انسان کی طرح اس کے ان فیوض سے انکار کرنا جو جان اور بدن کے ذرہ ذرہ کے شامل حال ہیں۔ دوسرے یہ کہ بنی نوع کے حقوق کی بجا آوری میں کوتاہی کرنا اور ہر ایک شخص جو اپنے مذہب اور قوم سے الگ ہو یا اس سے ہو۔ اس کی ایذا کے لئے ایک زہریلے سانپ کیطرح بن جانا اور تمام انسانی حقوق کو یک دفعہ تلف کر دینا۔ ایسے انسان در حقیقت مردہ ہیں۔ اور زندہ خدا سے بے خبر، زندہ ایمان لانا ہرگز ممکن نہیں۔ جب تک انسان زندہ خدا کی تجلیات اور آیات عظیمہ سے فیض یاب نہ ہو۔ یوں تو بجز دہریہ لوگوں کے تمام دنیا کسی نہ کسی رنگ میں خدائے تعالےٰ کے وجود کی قائل ہے۔ مگر چونکہ وہ قائل ہونا صرف اپنا خود تراشیدہ خیال ہے۔ اور زندہ خدا کی اپنی ذاتی تجلی سے نہیں ہے۔ اس لئے ایسے خیال سے زندہ ایمان حاصل نہیں ہو سکتا۔

جب تک خدائے تعالیٰ کی طرف سے انا الموجود کی آواز زور دار طاقتوں کے ساتھ معجزانہ رنگ میں اور خارق عادت کے طور پر سنائی نہ دے۔ اور فعلی طور پر اس کے ساتھ دوسرے زبردست نشان نہ ہوں اس وقت تک اُس زندہ خدا پر ایمان آ نہیں سکتا۔ ایسے لوگ محض سنی سنائی باتوں کا نام خدا یا پرمیشر رکھتے ہیں۔ اور صرف گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں۔ اور اپنی شناسائی کی حد سے زیادہ لاف و گزاف اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔

حقیقی خدا دانی تمام اسی میں منحصر ہے کہ اس زندہ خدا تک رسائی ہو جائے۔ کہ جو اپنے مقرب انسانوں سے نہایت صفائی سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور اپنی پُر شوکت اور لذیذ کلام سے ان کو تسلی اور سکینت بخشتا ہے۔ اور جس طرح ایک انسان دوسرے انسان سے بولتا ہے۔ ایسا ہی یقینی طور پر جو بکلی شک و شبہ سے پاک ہے۔ اُن سے باتیں کرتا ہے۔ ان کی بات سنتا ہے۔ اور اس کا جواب دیتا ہے۔ اور ان کی دعاؤں کو سن کر دعا کے قبول کرنے سے ان کو اطلاع بخشتا ہے۔ اور ایک طرف لذیذ اور پُر شوکت قول سے اور دوسری طرف معجزانہ فعل سے اور اپنے قوی اور زبردست نشانوں سے ان پر ثابت کر دیتا ہے۔ کہ میں ہی خدا ہوں۔ وہ اوّل پیشگوئی کے طور پر ان سے اپنی حمایت اور نصرت اور خاص طور کی دستگیری کے وعدے کرتا ہے۔ اور پھر دوسری طرف اپنے وعدوں کی عظمت بڑھانے کیلئے ایک دنیا کو اُن کے مخالف کر دیتا ہے۔ اور وہ لوگ اپنی تمام طاقت اور تمام مکر و فریب اور ہر ایک قسم کے منصوبوں سے کوشش کرتے ہیں۔ کہ خدا کے ان وعدوں کو ٹال دیں جو اس کے ان مقبول بندوں کی حمایت اور نصرت اور غلبہ کے بارے میں ہیں۔ اور خدا ان تمام کوششوں کو برباد کرتا ہے۔ وہ شرارت کی تخم ریزی کرتے ہیں۔ اور خدا اسکی جڑ باہر پھینکتا ہے۔ وہ آگ لگاتے ہیں اور خدا اسکو بجھا دیتا ہے۔ وہ ناخنوں تک زور لگاتے ہیں۔ آخر خدا ان کے منصوبوں کو اُنہی پر الٹ کر مارتا ہے۔ خدا کے مقبول اور راستباز نہایت سیدھے اور سادہ طبع اور خدا تعالیٰ کے سامنے ان بچوں کی طرح ہوتے ہیں۔ جو ماں کی گود میں ہوں۔ اور دنیا ان سے دشمنی کرتی ہے۔ کیونکہ وہ دنیا میں سے نہیں ہوتے اور طرح طرح کے فریب اور مکر اُن کی بیخکنی کے لئے کئے جاتے ہیں۔ قومیں ان کے ایذا دینے کیلئے متفق ہو جاتی ہیں۔ اور تمام [illegible] لوگ ایک ہی کمان سے انکی طرف تیر چلاتے ہیں۔ اور طرح طرح کے افترا اور

سنہتیں لگائی جاتی ہیں تا کسی طرح وہ ہلاک ہو جائیں۔ اور ان کا نشان نہ رہے۔ مگر آخر خدا تعالیٰ اپنی باتوں کو پورا کر کے دکھلا دیتا ہے۔ اسی طرح ان کی زندگی میں یہ معاملہ اُن سے جاری رہتا ہے کہ ایک طرف وہ مکالمات صحیحہ واضحہ یقینیہ سے مشرف کئے جاتے ہیں اور امور غیبیہ جن کا علم انسانوں کی طاقت سے باہر ہے۔ اُن پر خدائے کریم و قدیر اپنے صریح کلام کے ذریعہ سے منکشف کرتا رہتا ہے۔ اور دُوسری طرف معجزانہ افعال سے جو ان کو سچ کر کے دکھلاتے ہیں۔ ان کے یقین کو نور علیٰ نور کیا جاتا ہے۔ اور جسقدر انسان کی طبیعت تقاضا کرتی ہے۔ کہ خدا کی یقینی شناخت کے لئے اسقدر معرفت چاہیئے۔ وہ معرفت قولی اور فعلی تجلّی سے پوری کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک ذرّہ کے برابر بھی تاریکی درمیان نہیں رہتی۔ یہ خدا ہے جس کے ان قولی فعلی تجلّیات کے بعد جو ہزاروں انعامات اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اور نہایت قوی اثر دل پر کرتی ہیں۔ انسان کو سچا اور زندہ ایمان نصیب ہوتا ہے اور ایک سچا اور پاک تعلق خدا سے ہو کر نفسانی غلاظتیں دُور ہو جاتی ہیں۔ اور تمام کمزوریاں دُور ہو کر آسمانی روشنی کی تیز شعاعوں سے اندرونی تاریکی الوداع ہوتی ہے۔ اور ایک عجیب تبدیلی ظہور میں آتی ہے۔

پس جو مذہب اس خدا کو جس کا ان صفات سے متصف ہونا ثابت ہے۔ پیش نہیں کرتا۔ اور ایمان کو صرف گذشتہ قصّوں کہانیوں اور ایسی باتوں تک محدود رکھتا ہے۔ جو دیکھنے اور سننے میں نہیں آتی ہیں۔ وہ مذہب ہرگز سچا مذہب نہیں ہے۔ اور ایسے فرضی خدا کی پیروی ایسی ہے کہ جیسے ایک مردہ سے توقع رکھنا کہ وہ زندوں جیسے کام کرے گا۔ ایسے خدا کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ جو ہمیشہ تازہ طور پر اپنے آپ کو ثابت نہیں کرتا۔ گویا وہ ایک بُت ہے۔ جو نہ بولتا ہے۔ اور نہ سنتا ہے اور نہ سوال کا جواب دیتا ہے۔ اور نہ اپنی قادرانہ قوت کو ایسے طور پر دکھا سکتا ہے۔ جو ایک پکا دہریہ بھی اس میں شک نہ کر سکے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسے ہمیں روشنی بخشنے کے لئے ہر روز تازہ طور پر آفتاب نکلتا ہے۔ اور ہم اسقدر نعمت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اور نہ کچھ تسلی پا سکتے ہیں۔ کہ ہم اندھیرے میں ہیں اور روشنی کا نام و نشان نہ ہو اور یہ کہا جائے کہ آفتاب تو ہے مگر وہ کبھی پہلے زمانہ میں طلوع کرتا تھا۔ اور اب وہ ہمیشہ کیلئے

پوشیدہ ہے۔ ایسا ہی وہ حقیقی آفتاب جو دلوں کو روشن کرتا ہے۔ ہر روز تازہ بتازہ طلوع کرتا ہے۔ اور اپنی قولی فعلی تجلیات سے انسان کو حصہ بخشتا ہے۔ وہی خدا سچا ہے۔ اور وہی مذہب سچا جو ایسے خدا کے وجود کی خبار دیتا ہے۔ اور ایسے خدا کو دکھلاتا ہے۔ اسی زندہ خدا سے نفس پاک ہوتا ہے۔

یہ اُمید مت رکھو کہ کوئی اور منصوبہ انسانی نفس کو پاک کر سکے۔ جسطرح تاریکی کی طرف روشنی ہی دور کرتی ہے اسی طرح گناہ کی تاریکی کا علاج فقط وہ تجلیات الہیہ قولی و فعلی ہیں جو معجزانہ رنگ میں پُرزور شعاعوں کے ساتھ خدا کی طرف سے کسی سعید دل پر نازل ہوتی ہیں۔ اور اس کو دکھا دیتی ہیں کہ خدا ہے۔ اور تمام شکوک کی غلاظت کو دُور کر دیتی ہیں اور تسلی اور اطمینان بخشتی ہیں۔ پس اس طاقت بالا کی زبردست کشش سے وہ سعید آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ اس کے سوا جسقدر اور علاج پیش کئے جاتے ہیں سب فضول بناوٹ ہے۔ ہاں کامل طور پر پاک ہونے کے لئے صرف معرفت ہی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ پُر درد دعاؤں کا سلسلہ جاری رہنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ غنی بے نیاز ہے۔ اسکے فیوض کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایسی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ جو گریہ اور بکا اور صدق و صفا اور درد دل سے پُر ہوں۔ تم دیکھتے ہو کہ بچہ شیر خوار اگرچہ اپنی ماں کو خوب شناخت کرتا ہے۔ اور اس سے محبت بھی رکھتا ہے۔ اور ماں بھی اس سے محبت رکھتی ہے۔ مگر پھر بھی ماں کا دودھ اترنے کے لئے شیرخوار بچوں کا رونا بہت کچھ دخل رکھتا ہے ایک طرف بچہ دردناک طور پر بھوک سے روتا ہے۔ اور دُوسری طرف اسکے رونے کا ماں کے دل پر اثر پڑتا ہے اور دودھ اُتر تا ہے۔ پس اسی طرح خدا تعالےٰ کے سامنے ہر ایک طالب کو اپنی گریہ وزاری سے اپنی روحانی بھوک پیاس کا ثبوت دینا چاہیئے تا وہ روحانی دُودھ اترے اور اسے سیراب کرے۔

غرض پاک و صاف ہونیکے لئے صرف معرفت کافی نہیں بلکہ بچوں کیطرح دردناک گریہ وزاری بھی ضروری ہے۔ اور نومیدمت ہو اور یہ خیال مت کرو کہ ہمارا نفس گناہوں سے بہت آلودہ ہے۔ ہماری دعائیں کیا چیز ہیں۔ اور کیا اثر رکھتی ہیں۔ کیونکہ انسانی نفس جو دراصل محبت الہیٰ کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اگرچہ گناہ کی آگ سے سخت مشتعل ہو جائے پھر بھی اس میں ایک ایسی قوت توبہ ہے۔ کہ وہ اس آگ کو بجھا سکتی ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ایک پانی کو کیسا ہی آگ سے گرم کیا جائے مگر تاہم جب آگ پر

اسکو ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھا دے گا۔

یہی ایک طریق ہے کہ جب سے خدا تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اسی طریق سے اُن کے دل پاک و صاف ہوتے رہے ہیں۔ یعنے بغیر اس کے جو زندہ خدا خود اپنی تجلی قولی و فعلی سے اپنی ہستی اور اپنی طاقت اور اپنی خدائی ظاہر کرے اور اپنا رعب چمکتا ہوا دکھائے اور کسی طریق سے گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا۔

اور معقولی طور پر بھی یہی بات ظاہر و ثابت ہے کہ انسان فقط اسی چیز کی قدر کرتا ہے۔ اور اُسی کا رعب اپنے دل میں جماتا ہے جس کی عظمت اور طاقت بذریعہ معرفت تام کے وہ معلوم کر لیتا ہے۔ مثلاً ظاہر ہے کہ انسان اس سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈالتا جس کی نسبت اسکو یقین ہو کہ اس میں سانپ ہے۔ اور ایسی چیز کو ہرگز نہیں کھاتا جسکو یقین کرتا ہے کہ وہ زہر ہے۔ پھر کیا باعث کہ وہ اس طرح خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ اور ہزاروں فسق و فجور گستاخی سے کرتا ہے۔ اور گو پیرانہ سالی تک بھی نوبت پہنچ جائے پھر بھی نہیں ڈرتا اِس کا یہی سبب ہے کہ وہ اس حقیقی منتقم کے وجود اور ہستی سے بالکل بے خبر ہے۔ جو گناہ کی سزا دے سکتا ہے

افسوس کہ اکثر انسانوں نے بدقسمتی سے اِس اصول کی طرف توجہ نہیں کی اور ایسے بیہودہ طریق گناہ سے پاک ہونے کے لئے اپنے دل سے تراشتے ہیں۔ کہ وہ اور بھی گناہ پر گستاخ کرتے ہیں۔ مثلاً یہ خیال کہ گویا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے سلیب دیئے جانے پر ایمان لانا اور ان کو خدا سمجھنا انسان کے تمام گناہ معاف ہو جانے کا موجب ہے، کیا ایسے خیال سے توقع ہو سکتی ہے کہ انسان میں سچی نفرت گناہ سے پیدا کرے۔ صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک ضد اپنی ضد سے دُور ہوتی ہے۔ سردی کو گرمی دور کرتی ہے اور تاریکی کے ازالہ کا علاج روشنی ہے۔ پھر یہ علاج کس قسم کا ہے۔ کہ زید کے مصلوب ہونے سے بکر گناہ سے پاک ہو جائے۔ بلکہ یہ انسانی غلطیاں ہیں کہ جو غفلت اور دنیا پرستی کے زمانہ میں دلوں میں کھا جاتی ہیں۔ اور جن پست خیالات کی وجہ سے دنیا میں بت پرستی نے رواج پایا ہے۔ فی الحقیقت ایسے ہی نفسانی اغراض کے سبب سے یہ مذہب صلیب اور کفارہ کا عیسائیوں میں رواج پا گیا ہے۔

اصل امر یہ ہے کہ انسان کا نفس کچھ ایسا واقع ہے۔ کہ ایسے طریق کو زیادہ پسند کر لیتا ہے جس

میں کوئی محنت اور مشقت نہیں۔ مگر سچی پاکیزگی بہت سے دُکھ اور مجاہدات کو چاہتی ہے۔ اور وہ پاک زندگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک انسان موت کا پیالہ نہ پی لے۔ پس جیسا کہ انسان کی عادت ہے۔ کہ وہ تنگ اور مشکل راہوں سے پرہیز کرتا ہے۔ اور سہل اور آسان طریق ڈھونڈتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کو یہ طریق صلیب جو صرف زبان کا اقرار ہے اور رُوح پر کسی مشقت کا اثر نہیں بہت پسند آگیا ہے۔ جس کی وجہ سے خدائے تعالےٰ کی محبت ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ اور نہیں چاہتے کہ گناہوں سے نفرت کر کے پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کریں۔ در حقیقت صلیبی اعتقاد ایک ایسا عقیدہ ہے جو ان لوگوں کو خوش کر دیتا ہے۔ جو سچی پاکیزگی حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ اور کسی ایسے نسخہ کی تلاش میں رہتے ہیں۔ کہ گندی زندگی بھی موجود ہو اور گناہ بھی معاف ہو جائیں۔ لہٰذا وہ باوجود بہت سی آلودگیوں کے خیال کر لیتے ہیں۔ کہ فقط خونِ مسیح پر ایمان لانے سے گناہ سے پاک ہو گئے۔ مگر یہ پاک ہونا در حقیقت ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ ایک پھوڑا جو پیپ سے بھرا ہوا ہو۔ اور باہر سے چمکتا ہوا نظر آئے۔ اور اگر غور کرنے والی طبیعتیں ہوں تو اس صلیبی نسخہ کا غلط ہونا خود صلیب پرستوں کے حالات سے واضح ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کہاں تک دنیا پرستی اور ہوا و ہوس کو چھوڑ کر خدائے تعالےٰ کی محبت میں محو ہو گئے ہیں۔ جو شخص یورپ کے ممالک کی سیر کرے وہ خود دیکھ لے گا۔ کہ دنیا کی عیاشی اور بیقیدی اور شراب خواری اور نفس پرستی اور دوسرے فسق و فجور کس درجہ تک ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ جو بڑے حامئ دین کہلاتے ہیں۔ اور جو اس ملک کے جاہل لوگوں کی طرح نہیں بلکہ تعلیم یافتہ اور مہذب ہیں۔ سب سے زیادہ خونِ مسیح پر زور دینے والے پادری صاحبان ہیں۔ سو اکثر ان کے شراب خواری میں جو اُم الخبائث ہے مبتلا ہیں۔ بلکہ بعض کے حالات جو اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں ایسے قابلِ شرم ہیں جو ناگفتہ بہ۔ چنانچہ آج ہی ہم نے ایک اخبار میں پڑھا ہے کہ ولایت سے ایک پادری صاحب پکڑا آرہا ہے۔ جس نے لڑکیوں کے ساتھ بدفعلی کی۔ اس پادری صاحب کا نام ڈاکٹر ساندی لینڈز ہے پادری صاحب ... [illegible] میں مشنری یتیم خانہ کے پرنسپل تھے۔ اگست کی بات ہے ۱۲۔ اگست ... [illegible] ایک لڑکی پائی گئی۔ جواب نہ دے سکے۔ مستعفی ہو کر چلے جانے پر معلوم ہوا کہ ... [illegible] بدفعلیاں کیں۔ ... پولیس میں اور بھی گل کھلا۔ معلوم ہوا کہ ناجائز حمل جراحی بھی کیا۔ یعنے حمل گرایا۔ وارنٹ نکلا۔ ولایت میں گرفتار ہوئے۔ ہندوستان پہنچنے پر مقدمہ ہائی کورٹ بمبئی کی اجلاس

شستش میں ہوگا۔ دیکھو پاینیر و اخبار عام ۶ فروری ۱۹۰۵ء پہلا کالم اور ۹ فروری ۱۹۰۵ء صفحہ ۶ دوسرا کالم۔

اب ظاہر ہے کہ جبکہ یہ لوگ کہ جو بڑے مقدس پادری کہلاتے ہیں اور خونِ مسیح سے فیض اٹھانے میں اول درجہ پر ہیں۔ ان کا یہ حال ہے تو دوسرے بیچارے اس نسخہ سے کیا فائدہ اٹھائیں گے۔ سو یاد رہے کہ یہ طریق حقیقی پاکیزگی حاصل کرنے کا ہرگز نہیں ہے۔ اور وقت آتا جاتا ہے بلکہ قریب ہے کہ لوگ اس غلط طریق پر خود متنبہ ہو جائیں گے۔ طریق وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ ہر ایک شخص جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اسی دروازہ سے داخل ہوا ہے۔ ہاں یہ دروازہ بہت تنگ ہے۔ اور اس کے اندر داخل ہونے والے بہت تھوڑے ہیں کیونکہ اس دروازہ کی دہلیز موت ہے۔ اور خدا کو دیکھ کر اس کی راہ میں اپنی ساری قوت اور سارے وجود سے کھڑے ہو جانا اس کی چوکھٹ ہے۔ پس بہت ہی تھوڑے ہیں جو اس دروازے میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد عیسائی مذہب اور آریہ مذہب کی خامیوں اور ان کے باطل ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ دونوں مذاہب سماوی طریق سے بھی خدا تعالیٰ کی شناخت سے بے نصیب ہیں۔ کیونکہ سماوی طریق سے مراد آسمانی نشان ہیں جو خدائے تعالیٰ کے وجود پر تازہ بتازہ نشان ہوتے ہیں۔ جن کو زندہ خدا پر ایمان لانے والا آدمی مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔ اور یقینی طور پر اس کا تصرف ہر ایک چیز پر دیکھتا ہے۔ سو یہ لوگ ان نشانوں سے قطعاً منکر ہیں۔ لہٰذا خداشناسی کے دونوں دروازے ان پر بند ہیں۔ ہاں محض تعصب کے طور پر مباحثات مذہبیہ میں بڑی سرگرمی دکھلاتے ہیں۔ اور سخت گوئی اور بدزبانی اور منہ کی تیزی میں طاق ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی معرفت ان کو نصیب نہیں۔

افسوس یہ لوگ نہیں جانتے کہ انسان ہزار اپنی زبان سے بک بک کرے اس سے کیا فائدہ جب تک اس کو اپنے خدا کی ایسی شناخت حاصل نہ ہو جائے جس سے اس کی سفلی زندگی پر موت آ جائے۔ اور اس کا دل خدائے تعالیٰ کی محبت سے بھر جائے۔ اور گناہ کو اس کو نفرت ہو جائے۔

یوں تو ہر ایک شخص دعوے کر سکتا ہے کہ میں ایسا ہی ہوں۔ لیکن سچے پرستاروں کے یہ نشان ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی سچی محبت کی وجہ سے ان میں ایک برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خدائے تعالیٰ کی قولی اور فعلی تجلی ان کے شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ خدائے تعالیٰ کے ہمکلام ہو جاتے ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ کے

معجزانہ افعال ان میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ بہت سے الہامات ایسے ان پر ظاہر کرتا ہے جن میں آئندہ نصرتوں کے وعدے ہوتے ہیں۔ اور پھر دوسرے وقت میں وہ نصرتیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور اس طرح پر وہ اپنے خدا کو پہچان لیتے ہیں۔ اور خاص نشانوں کے ساتھ غیر سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ ان کو ایک قوت جذب دی جاتی ہے جس سے لوگ ان کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ اور عشقِ الٰہی ان کے منہ پر برستا ہے۔ اور اگر یہ مابہ الامتیاز نہ ہو تو پھر ہر ایک بدمعاش جو پوشیدہ طور پر زانی، فاسق، فاجر، شراب خور اور پلید طبع ہو نیک کہلا سکتا ہے۔ پھر حقیقی نیک اور مصنوعی نیک میں فرق کیا ہوگا۔ پس فرق کرنے کے لئے ہمیشہ سے یہ عادتِ الٰہی ہے کہ راستبازوں کی معجزانہ زندگی ہوتی ہے۔ اور خدا کی نصرت ان کے شاملِ حال رہتی ہے۔ اور ایسے طور سے شاملِ حال ہوتی ہے کہ وہ سراسر معجزہ ہوتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک راستباز کی معجزانہ زندگی زمین اور آسمان سے زیادہ تر خدائے تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ کسی نے نہیں دیکھا کہ زمین اور آسمان کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا۔ صرف اس عالم کی پُرحکمت صنعت کو دیکھ کر اور اس کی ترکیب کو ابلغ اور محکم پا کر عقلِ سلیم اِس بات کی ضرورت سمجھتی ہے کہ ان بے مثل مصنوعات کا کوئی صانع ہونا چاہیئے۔ مگر عقل اپنی معرفت میں اس حد تک نہیں پہنچتی کہ فی الواقع وہ صانع موجود بھی ہے کیونکہ اس نے اس صانع کو بناتے نہیں دیکھا۔ اور عقلی خداشناسی کا تمام مدار صرف ضرورتِ صانع پر رکھا گیا ہے نہ یہ کہ اس کا چہرہ مشاہدہ کیا گیا ہے۔ لیکن راستباز کی معجزانہ زندگی واقعی طور پر اور مشاہدہ کے پیرایہ میں خدائے تعالیٰ کی ہستی کو دکھلاتی ہے۔ کیونکہ راستباز اپنی سب ابتدائی حالت میں ایک ذرّہ بے مقدار کی طرح ہوتا ہے۔ یا ایک رائی کے بیج کی طرح جس کو ایک کسان نے بویا اور نہایت ذلیل حالت میں پڑا ہوا ہوتا ہے۔ تب وحی کے ذریعہ سے خدا دنیا کو اطلاع دیتا ہے کہ دیکھو میں اس کو بناؤں گا۔ میں ستاروں کی طرح اس میں چمک ڈالوں گا۔ اور آسمان کی طرح اس کو بلند کروں گا۔ اور ایک ذرّہ کو ایک پہاڑ کی طرح کر دکھاؤں گا۔ پھر بعد اس کے باوجود اس کے کہ دنیا کے تمام شریر چاہتے ہیں کہ وہ ارادہ الٰہی معرضِ التوا میں رہے اور ناخنوں تک زور لگاتے ہیں کہ وہ امر ہونے نہ پائے۔ مگر وہ رک نہیں سکتا جب تک پورا نہ ہو۔ اور خدا کا ہاتھ سب روکوں کو دور کر کے اس کو پورا کرتا ہے۔

---- وہ ایک گمنام کو اپنی پیشگوئی کے مطابق ایک عظیم الشان جماعت بنا دیتا ہے۔ وہ تمام مستعد لوگوں کو اس کی طرف کھینچتا ہے۔ وہ اس گمنام کو ایسی شہرت دیتا ہے کہ کبھی اس کے باپ دادوں [illegible] نہ ہوئی۔ وہ ہر میدان میں

اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور ہر ایک جنگ میں اس کو فتح دیتا ہے۔ اور ایک دنیا کو اس کا غلام کر دیتا ہے۔ اور لاکھوں انسانوں کو اس کی طرف کھینچ لاتا ہے۔ اور اس کی تعلیم ان کے دلوں میں بٹھا دیتا ہے۔ اور روح القدس سے اس کی مدد کرتا ہے۔ وہ اس کے دشمنوں کا دشمن اور اس کے دوستوں کا دوست ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دشمن سے وہ آپ لڑتا ہے۔ اسی لئے میں نے کہا ہے کہ راستباز کی معجزانہ زندگی آسمان و زمین سے زیادہ خدا تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ لوگوں نے زمین و آسمان کو بچشم خود خدا کے ہاتھ سے بنتے نہیں دیکھا۔ لیکن وہ بچشم خود دیکھ لیتے ہیں کہ خدا راستباز کے اقبال کی عمارت کو اپنے ہاتھ سے بناتا ہے۔ وہ ایک زمانہ دراز پہلے خبر دے دیتا ہے کہ میں ایسا کروں گا۔ اور ایسا اس کو بنا دوں گا اور پھر باوجود سخت روکوں اور شدید مزاحمتوں کے جو شریر انسانوں کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ایسا ہی کر کے دکھلا دیتا ہے پس یہ نشان حق کے طالب کو حق الیقین تک پہنچاتا ہے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے وجود پر ایک قطعی دلیل ہوتی ہے مگر ان کے لئے جو خدا تعالیٰ کے طالب ہیں۔ اور تکبر نہیں کرتے، اور حق کو پاک انکسار سے قبول کر لیتے ہیں۔ اس زمانے میں بھی خدا نے ایسے نشان بہت جمع کئے ہیں۔ کاش لوگ ان میں غور کرتے اور اپنے تئیں یقین اور معرفت کے چراغ سے روشن کر کے نجات کے لائق ٹھہرا لیتے۔ لیکن شریر انسان کو خدا کے نشانوں سے ہدایت حاصل کرنا نصیب نہیں۔ وہ روشنی کو دیکھ کر آنکھ بند کر لیتا ہے۔ تا ایسا نہ ہو کہ روشنی اس کی آنکھوں کو منور کرے۔ اور راہ دکھائی دے۔ شریر آدمی ہزار نشان دیکھ کر اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔ اور ایک بات جس کو اپنی ہی حماقت سے سمجھ نہیں سکا۔ بار بار پیش کرتا ہے۔ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اس پر یہ فرض نہیں ہے کہ ایسے نشان دکھائے جس سے تارے زمین پر گریں یا آفتاب مغرب سے طلوع کرے۔ یا بکری کو انسان بنا کر دکھلا دے۔ یا لوگوں کے روبرو آسمان پر چڑھ جائے۔ اور ان کے روبرو ہی اترے۔ اور آسمان سے ایک لکھی ہوئی کتاب لائے۔ جس کو لوگ خود ہاتھوں میں لے کر پڑھ لیں۔ یا اس کے تمام مکانات سونے کے ہو جائیں۔ یا اس کے ہاتھ سے لوگوں کے باپ دادے مرے ہوئے زندہ ہو کر قبروں سے بولتے ہوئے اور چیختے ہوئے نکلیں اور اپنے بیٹوں کو لعنت کریں اور نفرین کر کے کہیں کہ یہ تو حقیقت میں خدا کا سچا رسول تھا۔ یہ غضب تم نے کیا کیا کہ اس کے منکر ہو گئے۔ ہم بچشم خود دیکھ آئے ہیں کہ اس پر ایمان لانے والا سیدھا بہشت کی طرف جاتا ہے۔ اور اس سے منکر رہنے والا نہایت ذلیل حالت میں دوزخ میں ڈالا جاتا ہے۔ اور شہر میں جلسے کریں اور تمام منکروں کو ان جلسوں میں بلائیں اور اپنی اولاد کو کہیں کہ تم جانتے ہو کہ ہم تمہارے باپ دادا ہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ ہم کس قدر اس شخص کے دشمن

تھے لیکن جب ہم مر گئے تو اس کی دشمنی کی وجہ سے ہم دوزخ میں ڈالے گئے۔ دیکھو ہمارے بدن آگ میں جلے ہوئے اور سیاہ ہو رہے ہیں۔ اور تمہارے روبرو ہم قبروں میں سے نکلے ہیں۔ تاہم گواہی دیں کہ یہ شخص خدا کی طرف سے اور سچا نبی ہے یاد رکھو کہ ایسے لیکچر کبھی مُردوں نے قبروں میں سے نکل کر نہیں دیئے۔ اور کبھی اور کسی زمانہ میں ایسے جلسے نہیں ہوئے کہ چند لوگوں کے باپ دادا قبروں میں سے زندہ ہو کر نکل آئے ہوں۔ اور لوگوں سے کہا ہو کہ صاحبان آنکھ کھول کر دیکھ لو کہ ہم وہی تمہارے رشتہ دار ہیں۔ اب ہم خدا کے مامور کی دعا سے زندہ ہو کر چشم دید گواہی دیتے ہیں کہ یہ مامور الٰہی درحقیقت سچا ہے۔ ہماری گواہی قبول کرو۔

پس جو شخص اب بھی نہیں سمجھتا کہ نشان کس حد تک ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ خود مردہ ہے۔ اگر نشانوں میں ایسے لیکچر مُردوں کی طرف سے ضروری ہیں تو پھر ایمان کا کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ ایمان اس حد تک ایمان کہلاتا ہے کہ ایک بات من وجہ ظاہر ہو۔ اور من وجہ پوشیدہ بھی ہو۔ یعنے ایک باریک نظر سے اس کا ثبوت ملتا ہو۔ اور اگر باریک نظر سے نہ دیکھا جائے تو سرسری طور پر حقیقت پوشیدہ رہ سکتی ہو۔ لیکن جب سارا پردہ ہی کھل گیا۔ تو کون ہے کہ ایسی کھلی بات کو قبول نہیں کریگا سو معجزات سے وہ امور خارق عادت مراد ہیں۔ جو باریک اور منصفانہ نظر سے ثابت ہوں۔ اور بجز مویدان الٰہی دوسرے لوگ ایسے امور پر قادر نہ ہو سکیں۔ اسی وجہ سے وہ امور خارق عادت کہلاتے ہیں۔ مگر بدبخت ازلی ان معجزانہ امور سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

جیسا کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی معجزات دیکھے۔ مگر ان سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ اور انکار کرنے کے لئے ایک دُوسرا پہلو لے لیا کہ اس شخص کی بعض پیشگوئیاں پُوری نہیں ہوئیں۔ جیسا کہ بارہ تختوں کی پیشگوئی جو حواریوں کے لئے کی گئی تھی اُن میں سے ایک مرتد ہو گیا۔ یہودیوں کا بادشاہ ہونے کا دعوے بے بنیاد ثابت ہوا۔ اور پھر تاویل کی گئی کہ میری مراد اس سے آسمانی بادشاہت ہے۔

درحقیقت معجزات کی مثال ایسی ہے جیسے چاندنی رات کی روشنی جس کے کسی حصہ میں کچھ بادل بھی ہو۔ مگر وہ شخص جو شب کور ہو جو رات کو کچھ دیکھ نہیں سکتا اس کے لئے یہ چاندنی کچھ مفید نہیں۔

ایسا تو ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا کہ اس دنیا کے معجزات اُسی رنگ میں ظاہر ہوں جس رنگ سے قیامت میں ظہور ہوگا۔ مثلاً دو تین سو مُردے زندہ ہو جائیں اور بہشتی پھل ان کے پاس ہوں۔ اور دوزخ کی آگ

کی چھنگاریاں بھی پاس رکھتے ہوں۔ اور شہر بشہر دورہ کریں۔ اور ایک نبی کی سچائی پر جو قوم کے درمیان ہو گواہی دیں اور لوگ ان کو شناخت کرلیں۔ کہ درحقیقت یہ لوگ مر چکے تھے۔ اور اب زندہ ہو گئے ہیں۔ اور وعظوں اور لیکچروں سے شور مچادیں کہ درحقیقت یہ شخص جو نبوت کا دعوے کرتا ہے سچا ہے۔

سو یاد رہے کہ ایسے معجزات کبھی ظاہر نہیں ہوئے۔ اور نہ آئندہ قیامت سے پہلے کبھی ظاہر ہوں گی۔ اور جو شخص دعوٰے کرتا ہے کہ ایسے معجزات کبھی ظاہر ہو چکے ہیں۔ وہ محض بے بنیاد قصوں سے فریب خوردہ ہے۔ اور اس کو سنت اللہ کا علم نہیں۔ اگر ایسے معجزات ظاہر ہوتے تو دنیا دنیا نہ رہتی اور تمام پردے کھل جاتے اور ایمان لانے کا ایک ذرہ بھی ثواب باقی نہ رہتا۔

یاد رہے کہ معجزہ صرف حق اور باطل میں فرق دکھلانے کے لئے اہل حق کو دیا جاتا ہے۔ اور معجزہ کی اصل غرض صرف اس قدر ہے کہ عقلمندوں اور منصفوں کے نزدیک سچے اور جھوٹے میں ایک مابہ الامتیاز قائم ہو جائے اور اسی حد تک معجزہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو مابہ الامتیاز قائم کرنے کے لئے کافی ہو۔ اور یہ اندازہ ہر ایک زمانہ کی حاجت کے مناسب حال ہوتا ہے۔ اور نیز نوعیت معجزہ بھی حسب حال زمانہ ہی ہوتی ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ ہر ایک متعصب اور جاہل اور بدطبع گو کیسا ہی مصلحت الٰہیہ کے برخلاف اور قدر ضرورت سے بڑھ کر کوئی معجزہ مانگے تو وہ بہر حال دکھلانا ہی پڑے۔ یہ طریق جیسا کہ حکمت الٰہیہ کے برخلاف ہے ایسا ہی انسان کی ایمانی حالت کو بھی مضر ہے۔ کیونکہ اگر معجزات کا حلقہ ایسا وسیع کر دیا جائے۔ کہ جو کچھ قیامت کیوقت پر موقوف رکھا گیا ہے وہ سب دنیا میں ہی بذریعہ معجزہ ظاہر ہو سکے۔ تو پھر قیامت اور دنیا میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

حالانکہ اسی فرق کی وجہ سے جن اعمال صالحہ اور عقائد صحیحہ کا جو دنیا میں اختیار کئے جائیں ثواب ملتا ہے وہی عقائد اور اعمال اگر قیامت کو اختیار کئے جائیں تو ایک رتی بھی ثواب نہیں ملے گا۔ جیسا کہ تمام نبیوں کی کتابوں اور قرآن شریف میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ کہ قیامت کے دن کسی بات کا قبول کرنا یا کوئی عمل کرنا نفع نہیں دیگا۔ اور اسوقت ایمان لانا محض بیکار ہو گا۔ کیونکہ ایمان اسی حد تک ایمان کہلاتا ہے۔ جب کہ کسی مخفی بات کو ماننا پڑے لیکن جب کہ پردہ ہی کھل گیا۔ اور روحانی عالم کا دن چڑھ گیا۔ اور ایسے امور قطعی طور پر ظاہر ہو گئے کہ خدا پر اور

روز جسنا پر شک کرنے کی کوئی بھی وجہ نہ رہی تو پھر کسی بات کو اسوقت، ماننا جس کو دوسرے لفظوں میں ایمان کہتے ہیں محض تحصیل حاصل ہوگا۔

غرض نشان اس درجہ پر کھلی کھلی چیز نہیں ہے جس کے ماننے کے لئے تمام دنیا بغیر اختلاف اور بغیر عذر اور بغیر چون وچرا کے مجبور ہو جائے۔ اور کسی طبیعت کے انسان کو اس کے نشان ہونے میں کلام نہ رہے۔ اور کسی غبی سے غبی انسان پر بھی وہ امر مشتبہ نہ رہے۔

غرض نشان اور معجزہ ہر ایک طبیعت کے لئے ایک بدیہی امر نہیں ہے جو دیکھتے ہی ضروری التسلیم ہو بلکہ نشانوں سے وہی عقلمند اور منصف اور راستباز اور راست طبع فائدہ اٹھاتے ہیں جو اپنی فراست اور دُور بینی اور باریک نظر اور انصاف پسندی اور خُدا ترسی اور تقویٰ شعاری سے دیکھ لیتے ہیں کہ وہ .... ایسے امور ہیں جو دنیا کی معمولی باتوں میں سے نہیں ہیں اور نہ ایک کاذب اُن کے دکھلانے پر قادر ہو سکتا ہے۔ اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ امور انسانی بناوٹ سے بہت دُور ہیں اور بشری دسترس سے برتر ہیں۔ اور ان میں ایک ایسی خصوصیت اور امتیازی علامت ہے جس پر انسان کی معمولی طاقت اور پُر تکلف منصوبے قدرت نہیں پا سکتے اور وہ اپنے لطیف فہم اور نورِ فراست سے اس نہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے اندر ایک نُور ہے۔ اور خُدا کے ہاتھ کی ایک خوشبو ہے جس پر مکر اور فریب یا کسی چالاکی کا شبہ نہیں ہو سکتا۔

پس جسطرح سورج کی روشنی کا یقین لانے کے لئے صرف وہ روشنی ہی کافی نہیں بلکہ آنکھ کے نور کی بھی ضرورت ہے۔ تا اس روشنی کو دیکھ سکے۔ اسی طرح معجزہ کی روشنی پر یقین لانے کے لئے فقط معجزہ ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ نورِ فراست کی بھی ضرورت ہے۔ اور جب تک معجزہ دیکھنے والے کی سرشت میں فراست صحیحہ اور عقلِ سلیم کی روشنی نہ ہو تب تک اس کا قبول کرنا غیر ممکن ہے۔ مگر بدبخت انسان جس کو یہ نورِ فراست عطا نہیں ہوئی۔ وہ ایسے معجزات سے جو صرف امتیازی حد تک ہیں تسلی نہیں پاتا اور بار بار یہی سوال کرتا ہے۔ کہ بجز ایسے معجزہ کے میں کسی معجزہ کو قبول نہیں کر سکتا۔ کہ جو نمونہ قیامت ہو جائے۔ مثلاً کوئی شخص میرے رُو برو آسمان پر چڑھ جائے۔ اور پھر رُو برو ہی آسمان سے اترے۔ اور اپنے

ساتھ کوئی ایسی کتاب لائے جو اترنے کے وقت اس کے ہاتھ میں ہو۔ اور صرف اسی پر کفایت نہیں بلکہ تب مانیں گے کہ ہم اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر دیکھ لیں اور پڑھ لیں یا چاند کا ٹکڑا یا سورج کا ٹکڑا اپنے ساتھ لائے جو زمین کو روشن کر سکے۔ یا فرشتے اس کے ساتھ آسمان سے اتریں جو فرشتوں کی طرح خارق عادت کام کر کے دکھلائیں۔ یا دس بیس مُردے اس کی دعا سے زندہ ہو جائیں اور وہ شناخت کیئے جائیں۔ کہ فلاں فلاں شخص کے باپ دادا ہیں جو فلاں تاریخ مر گئے تھے۔ اور صرف اسی قدر کافی نہیں بلکہ ساتھ اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تمام شہروں میں مجلسیں منعقد کر کے لیکچر دیں اور بلند آواز سے کہہ دیں کہ درحقیقت ہم مردے ہیں جو دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آئے ہیں۔ اور ہم اس لئے آئے ہیں کہ تا گواہی دیں کہ فلاں مذہب سچا ہے۔ یا فلاں شخص جو دعوے کرتا ہے کہ میں خداتعالے کی طرف سے ہوں وہ سچ کہتا ہے۔ اور ہم خدائے تعالے کے منہ سے سُن کر آئے ہیں کہ وہ سچا ہے۔

یہ وہ خود تراشیدہ معجزات ہیں جو اکثر جاہل لوگ جو ایمان کی حقیقت سے بکلی بے خبر ہے مانگا کرتے ہیں۔ یا ایسے ہی اور بے ہودہ خوارق جو خدائے تعالےٰ کی اصل منشاء سے بہت دور ہیں طلب کیا کرتے ہیں جیسا کہ مدت ہوئی کہ آریوں میں سے ایک شخص لیکھرام نام نے بھی قادیان میں آکر ایسے ہی نشان مجھ سے طلب کئے تھے۔ اور ہر چند سمجھایا گیا کہ اصل غرض نشانوں کی صرف حق اور باطل میں امتیاز ہے۔ اور صرف امتیاز دکھلانے کی حد تک وہ ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر تعصب نے اس قدر اس کو نافہم اور غبی کر رکھا تھا کہ وہ اس حقیقت کو سمجھتا ہی نہیں تھا۔ آخر وہ نشانوں سے منکر ہونے کی وجہ سے بمقام لاہور خدا کے نشان کا ہی نشانہ ہو گیا۔ اور جیسا کہ اس کے حق میں اس کی مفتریانہ پیشگوئی کے مقابل پر پیشگوئی میں نے کی تھی کہ وہ چھ سال کے اندر مارا جائے گا۔ اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور اس قضاء قدر کو جس کی نسبت پانچ برس پہلے لاکھوں انسانوں میں اعلان کیا گیا تھا کوئی روک نہ سکا اور اسلام اور آریہ مذہب میں ایک امتیازی نشان ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ میری طرف سے یہ دعوے تھا کہ مذہب اسلام سچا ہے۔ اور لیکھرام کی طرف سے دعوے تھا کہ آریہ مذہب سچا ہے۔ اور لیکھرام نے اپنے دعوے کی تائید میں اپنی کتاب میں جو اب تک موجود ہے میری نسبت یہ شائع کیا تھا کہ مجھے پرمیشر کے الہام

سے معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے فوت ہو جائے گا۔ اور اس کے مقابل پر میں نے خدائے تعالےٰ سے واقعی اطلاع پاکر یہ اشتہار دیا تھا کہ لیکھرام چھ برس کے اندر مارا جائے گا۔ اور اس کے مارے جانے کا دن اور تاریخ مقرر کر دی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ یہ امتیازی نشان ہے جو مذہب اسلام کی سچائی پر گواہی دیتا ہے۔ لیکن افسوس کہ آریہ صاحبوں نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔

غرض سچا مذہب صرف عقل کا دریوزہ گر نہیں ہوتا کہ یاس کے لئے عار ہے۔ اور اس سے شبہ گزرتا ہے کہ عقلمندوں کی باتیں چرا کر لکھی گئی ہیں۔ کیونکہ دنیا میں عقلمند تھوڑے نہیں گذرے ہیں۔ بلکہ وہ علاوہ عقلی دلائل کے مذہب کی ذاتی خاصیت بھی پیش کرتا ہے جو آسمانی نشان ہیں۔ اور یہی سچے مذہب کی حقیقی علامت ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ جو عوام الناس اور جاہل لوگ بعض مذاہب یا اشخاص کی نسبت خود تراشیدہ کرامات اور معجزات شائع کرتے ہیں۔ جو نہایت مبالغہ آمیز باتیں ہوتی ہیں۔ وہ کسی مذہب کا فخر نہیں ہیں۔ بلکہ عار اور ننگ کی جگہ ہیں۔ اور ان فرضی معجزات کے ساتھ حضرت عیسےٰ علیہ السلام متہم کیے گئے ہیں۔ اس کی نظیر کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتی۔ یہاں تک کہ بعض جاہل خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے ہزاروں بلکہ لاکھوں مردے زندہ کر ڈالے تھے۔ یہاں تک کہ انجیلوں میں بھی یہ مبالغہ آمیز باتیں لکھی ہیں۔ کہ ایک مرتبہ تمام گورستان جو ہزاروں برسوں کا چلا آتا تھا۔ سب کا سب زندہ ہو گیا تھا۔ اور تمام مردے زندہ ہو کر شہر میں آ گئے تھے۔

اب عقلمند قیاس کر سکتا ہے کہ باوجودیکہ کروڑ ہا انسان زندہ ہو کر شہر میں آ گئے تھے اور اپنے بیٹوں پوتوں کو آ کر تمام قصے سنائے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی سچائی کی تصدیق کی۔ مگر پھر بھی یہودی ایمان نہ لائے اس درجہ کی سنگدلی کو کون باور کرے گا اور درحقیقت اگر ہزاروں مردے زندہ کرنا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا پیشہ تھا تو جیسا کہ عقل کی رو سے سمجھا جاتا تھا وہ تمام مردے بہرے اور گونگے تو نہیں ہوں گے۔ اور جن لوگوں کو ایسے معجزات دکھلائے جاتے تھے کوئی ان مُردوں میں سے ان کا بھائی ہوگا اور کوئی باپ اور کوئی بیٹا۔ اور کوئی ماں اور کوئی دادی اور کوئی دادا اور کوئی دوسرا قریبی اور عزیز رشتہ دار، اس لئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لئے تو کافروں کو مومن بنانے کی ایک وسیع راہ کھل گئی تھی۔ کئی مُردے یہودیوں کے رشتہ دار

اُن کے ساتھ ساتھ پھرتے ہوں گے۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے کئی شہروں میں ان کے لیکچر دلائے ہونگے ایسے لیکچر نہایت پربہار اور شوق انگیز ہوتے ہوں گے۔ جب ایک مردہ کھڑا ہوکر حاضرین کو سناتا ہوگا کہ اے حاضرین آپ لوگوں میں بہت ایسے اسوقت موجود ہیں جو مجھے شناخت کرتے ہیں جنھوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے دفن کیا تھا۔ اب میں خُدا تعالےٰ کے منہ سے سن کر آیا ہوں کہ عیسےٰ مسیح سچا ہے۔ اور اسی نے مجھے زندہ کیا۔ تو عجب لطف ہوتا ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے مردوں کے لیکچروں سے یہودی قوم کے لوگوں کے دلوں پر بڑے بڑے اثر ہوتے ہوں گے۔ اور ہزاروں لاکھوں یہودی ایمان لاتے ہوں گے۔ پر قرآن شریف اور انجیل سے ثابت ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو رد کر دیا تھا۔ اور اصلاح مخلوق میں تمام نبیوں سے ان کا گرا ہوا نمبر تھا۔ اور تقریباً تمام یہودی ان کو ایک مکار اور کاذب خیال کرتے ہیں۔

اب عقلمند سوچے کہ کیا ایسے بزرگ اور فوق العادت معجزات کا یہی نتیجہ ہونا چاہیئے تھا جبکہ ہزاروں مُردوں نے زندہ ہوکر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی سچائی کی گواہی بھی دے دی۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ ہم بہشت کو دیکھ آئے ہیں اس میں صرف عیسائی ہیں۔ جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ماننے والے ہیں اور دوزخ کو دیکھا تو اس میں یہودی ہیں۔ جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے منکر ہیں۔ تو ان سب باتوں کے بعد کس کی مجال تھی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی سچائی میں ذرہ بھی شک کرتا۔ اور اگر کوئی شک کرتا تو انکے باپ دادا جو زندہ ہوکر آئے تھے ان کو جان سے مارتے کہ اے ناپاک لوگو! ہماری گواہی اور پھر بھی شک۔ پس یقیناً سمجھو کہ ایسے معجزات محض بناوٹ ہے۔ معجزہ کے نفس امر میں شک نہیں۔ مگر وہ اسی قدر ہوتا ہے کہ جیسے ہم آگے تفصیل سے بیان کریں گے۔

ہائے افسوس کہ عیسائیوں نے محض مصنوعی کفارہ پر بھروسہ کرکے اپنے تئیں ہلاک کیا اور یہ خیال نہ کیا کہ نفس کے آتشی دریا سے وہی پار ہوگا جو اپنی کشتی اپنے ہاتھ سے بنائے گا۔ اور وہی مزدوری لے گا جو اپنا کام آپ کرے گا۔ اور وہی نقصان سے بچے گا جو اپنا بوجھ آپ اٹھائے گا۔

اب ہم پھر اپنے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ معجزات اور کرامات جو عوام الناس نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کئے ہیں۔ وہ سنت اللہ سے سراسر برخلاف ہیں۔ اور جیسے

ایک فریق نے انکار معجزات کا کر کے اپنے تئیں تفریط کی حد تک پہنچا دیا ہے۔ ایسا ہی ان کے مقابل پر دوسرے فریق نے معجزات کے بارے میں سخت غلو کر کے اپنی بات کو افراط کی حد تک پہنچا دیا ہے۔ اور درمیانی راہ کو دونوں فریق نے ترک کر دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر معجزات نہ ہوں تو پھر خدائے تعالیٰ کے وجود پر کوئی قطعی اور یقینی علامت باقی نہیں رہتی۔ اور اگر معجزات اس رنگ کے ہوں جس کا ابھی بیان کیا گیا ہے تو پھر ایمان کے ثمرات مفقود ہو جاتے ہیں اور ایمان ایمان نہیں رہتا۔ اور شرک تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور حضرت عیسٰے علیہ السلام تو عجیب طور پر جاہلوں کا نشانہ ہوئے ہیں۔ ان کی زندگی میں تو یہود بے دین نے ان کا نام کافر اور کذاب اور مکار اور مفتری رکھا۔ اور ان کے رفع روحانی سے انکار کیا۔ اور پھر جب وہ فوت ہو گئے تو ان لوگوں نے جن پر انسان پرستی کی سیرت غالب تھی ان کو خدا بنا دیا اور یہودی تو رفع روحانی سے ہی انکار کرتے تھے اب بمقابل ان کے رفع جسمانی کا اعتقاد ہوا اور یہ بات مشہور کی گئی کہ وہ مع جسم آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ گویا پہلے نبی تو روحانی طور پر بعد موت آسمان پر چڑھتے تھے مگر حضرت عیسٰےؑ علیہ السلام زندہ ہونے کی حالت میں ہی مع جسم مع لباس اور مع تمام لوازم جسمانی کے آسمان پر جا بیٹھے۔

گویا یہودیوں کی ضد اور انکار کا جو رفع روحانی سے منکر تھے نہایت مبالغہ کے ساتھ ایک جواب تراشا گیا اور یہ جواب سراسر نامعقول تھا۔ کیوں یہودیوں کو رفع جسمانی سے کچھ غرض نہ تھی۔ ان کی توریت کا یہ مسئلہ تھا کہ جو لوگ صلیب پر مرتے ہیں وہ لعنتی اور کافر اور بے ایمان ہوتے ہیں۔ ان کا رفع روحانی خدائے تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا۔

اور یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ ہر ایک مومن جب مرتا ہے تو اس کی روح کو فرشتے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ لیکن کافر کی روح آسمان کی طرف اٹھائی نہیں جاتی اور کافر ملعون ہوتا ہے۔ اس کی روح نیچے کو جاتی ہے۔ اور وہ لوگ بباعث صلیب پانے حضرت عیسٰے اور نیز بوجہ بعض اختلافات کے اپنے فتووں میں حضرت عیسٰے علیہ السلام کو کافر ٹھہرا چکے تھے۔ کیونکہ بزعم ان کے حضرت عیسٰے علیہ السلام بذریعہ صلیب قتل ہو گئے تھے۔ اور توریت میں یہ صاف

حکم تھا کہ جو شخص بذریعہ صلیب مارا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔

پس ان وجوہ سے انہوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو کافر ٹھہرایا تھا اور ان کے رفع روحانی سے منکر ہو گئے تھے۔ پس یہودیوں کے نزدیک یہ منصوبہ ہنسی کے قابل تھا کہ گویا حضرت مسیح مع جسم کے آسمان پر چلے گئے۔ اور درحقیقت یہ افترا ان لوگوں نے کیا تھا جو توریت کے علم سے ناواقف تھے۔ اور خود فی نفسہٖ یہ خیال نہایت درجہ پر لغو تھا جس سے خدائے تعالےٰ پر اعتراض ہوتا تھا۔ کیونکہ جس حالت میں حضرت مسیح علیہ السلام یہودیوں کے تمام فرقوں تک جو مختلف فرقوں میں متفرق ہو چکے تھے۔ اپنی دعوت کو ہنوز پہنچا نہیں سکے تھے۔ اور ان کے ہاتھ سے ایک فرقہ کو بھی ابھی ہدایت نہیں ہوئی تھی۔ ایسی صورت میں تبلیغ کے کام کو ناتمام چھوڑ کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا آسمان پر چڑھ جانا سراسر خلاف مصلحت اور اپنے فرض منصبی سے پہلو تہی کرنا تھا۔ اور خود ظاہر ہے کہ خدائے تعالےٰ کا محض بیہودہ طور پر ان کو آسمان پر بٹھا دینا ایک بے سود اور لغو کام ہے۔ جو ہرگز خدائے تعالےٰ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔

غرض حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر یہ ایک تہمت ہے کہ گویا وہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے سو جیسا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زندگی کے زمانہ میں بھی ان کے دشمنوں نے محض تہمت کے طور پر ان کو کافر اور کذاب قرار دیا۔ ویسا ہی ان کی تعریف میں غلو کرنے والوں نے جو نادان دوست تھے بقول شخصے کہ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند ان کو مع جسم آسمان پر چڑھا دیا۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ ان کو خدا بھی بنا دیا۔ اور جب اور بھی زمانہ گذر گیا تو یہ عقیدہ بھی تراشا گیا کہ وہ [illegible] عنصری کے ساتھ پھر آسمان سے اتریں گے اور آخری دَور انہی کا ہوگا۔ اور وہی خاتم الانبیاء ہوں گے۔

غرض جسقدر جھوٹی کرامتیں اور جھوٹے معجزات حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں کسی اور نبی میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اور عجیب تر یہ کہ باوجود ان تمام فرضی معجزات کے ناکامی اور نامرادی جو مذہب کے پھیلانے میں کسی کو ہو سکتی ہے وہ سب سے اول نمبر پر ہیں۔ کسی اور نبی میں اسقدر نامرادی کی نظیر تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ مگر یاد رہے کہ اب اُن کے نام پر جو مذہب دنیا میں پھیل رہا ہے

یہ اُن کا مذہب نہیں ہے۔ ان کی تعلیم میں خنزیر خوری اور تین خدا بنانے کا حکم اب تک انجیلوں میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ یہ وہی مشرکانہ تعلیم ہے جس کی نبیوں نے مخالفت کی تھی۔

توریت کے دو ہی بڑے بھاری اور ابدی حکم تھے۔ اوّل یہ کہ انسان کو خُدا نہ بنانا۔ دوسرے یہ کہ سور کو مت کھانا۔ سو دونوں حکم پولوس مقدس کی تعلیم سے توڑ دیے گئے۔

"اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"

اب ہم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ معجزہ کیا چیز ہے اور معجزہ کی کیوں ضرورت ہے۔ سو ہم اس کتاب کے پہلے باب میں معجزہ کی اصل حقیقت اور ضرورت بیان کریں گے۔ اور دُوسرے باب میں اپنے دعوے کے مطابق اُن معجزات کے چند نمونے بیان کر دیں گے۔ اور تیسرا باب خاتمہ ہوگا۔ جس پر رسالہ ختم ہوگا۔

معجزہ کی اصل حقیقت اور ضرورت کے بیان میں

معجزہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ معجزہ ایسے امر خارق عادت کو کہتے ہیں کہ فریق مخالف اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز آجائے۔ خواہ وہ امر بظاہر نظر انسانی طاقتوں کے اندر ہی معلوم ہو۔ جیسا کہ قرآن شریف کا معجزہ ملک عرب کے تمام باشندوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ پس وہ اگرچہ بنظر سرسری انسانی طاقتوں کے اندر معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی نظیر پیش کرنے سے عرب کے تمام باشندے عاجز آ گئے تھے پس معجزہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے قرآن شریف کا کلام نہایت روشن مثال ہے۔ کہ بظاہر وہ بھی ایک کلام ہے جیسا کہ انسان کا کلام ہوتا ہے لیکن وہ اپنی فصیح تقریر کے لحاظ سے اور نہایت لذیذ اور مصفّٰی اور رنگین عبارت کے لحاظ سے جو ہر جگہ معنی اور حکمت کی پابندی کا التزام رکھتی ہے۔ اور نیز روشن دلائل

کے لحاظ سے جو تمام دنیا کے مخالفانہ دلائل پر غالب آگئیں۔ اور نیز زبردست پیشگوئیوں کے لحاظ سے ایک ایسا لاجواب معجزہ ہے جو باوجود گذرنے تیرہ سو برس کے اب تک کوئی مخالف اس کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ اور نہ کسی کو طاقت ہے۔ جو کرے۔

قرآن شریف کو تمام دنیا کی کتابوں سے یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ معجزانہ پیشگوئیوں کو بھی معجزانہ عبارات میں جو اعلےٰ درجہ کی بلاغت اور فصاحت سے پُر اور حق اور حکمت سے بھری ہوئی ہیں۔ بیان فرماتا ہے۔ غرض اصلی اور بھاری مقصد معجزہ سے حق اور باطل یا صادق اور کاذب میں ایک امتیاز دکھلانا ہے۔ اور ایسے امتیازی امر کا نام معجزہ یا دوسرے لفظوں میں نشان ہے۔ نشان ایک ایسا ضروری امر ہے کہ اس کے بغیر خدائے تعالےٰ کے وجود پر بھی پورا یقین کرنا ممکن نہیں۔ اور نہ وہ ثمرہ حاصل ہونا ممکن ہے کہ جو پُورے یقین سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مذہب کی اصلی سچائی خدا تعالیٰ کی ہستی کی شناخت سے وابستہ ہے۔ سچے مذہب کے ضروری اور اہم لوازم میں سے یہ امر ہے کہ اس میں ایسے نشان پائے جائیں جو خدائے تعالےٰ کی ہستی پر قطعی اور یقینی دلالت کریں۔ اور وہ مذہب اپنے اندر ایسی زبردست طاقت رکھتا ہو جو اپنے پیرو کو خدائے تعالےٰ سے ہاتھ سے ہاتھ ملا سے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ صرف مصنوعات پر نظر کر کے صانع کی فقط ضرورت ہی محسوس کرنا اور اس کی واقعی ہستی پر اطلاع نہ پانا یہ کامل خُداشناسی کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور اسی حد تک ٹھہرنیوالے کوئی سچا تعلق خُدائے تعالےٰ سے حاصل نہیں کر سکتے۔ اور نہ اپنے نفس کو جذبات نفسانیہ سے پاک کر سکتے ہیں۔ اس سے اگر کچھ سمجھا جاتا ہے۔ تو صرف اس قدر کہ اس ترکیب محکم اور ابلغ کا کوئی صانع ہونا چاہیئے۔ نہ یہ کہ درحقیقت وہ صانع ہے بھی اور ظاہر ہے کہ صرف ضرورت کو محسوس کرنا ایک قیاس ہے جو رویت کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اور نہ رویت کے پاک نتائج اس سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

پس جو مذہب انسان کی خداشناسی کو صرف ہونا چاہیئے کے ناقص مرحلہ تک چھوڑتا ہے وہ اس کی عملی حالت کا چارہ گر نہیں ہے۔ پس درحقیقت ایسا مذہب ایک مردہ مذہب ہے جس سے

کسی پاک تبدیلی کی توقع رکھنا ایک طمع خام ہے۔

ظاہر ہے کہ محض عقلی دلائل مذہب کی سچائی کے لئے کامل شہادت نہیں ہو سکتے۔ اور یہ ایسی مہر نہیں ہے کہ کوئی جعلساز اُس کے بنانے پر قادر نہ ہو۔ بلکہ یہ تو عقل کے پیشہ عام کی ایک گداگری متصور ہو سکتی ہے۔ پھر اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ عقلی باتیں جو ایک کتاب نے لکھیں درحقیقت وہ الہامی ہیں یا کسی اور کتاب سے چُرا کر لکھی گئی ہیں۔ اور اگر فرض بھی کر لیں کہ وہ چرائی ہوئی نہیں ہیں تو پھر بھی ہستی باری تعالےٰ پر وہ کب دلیل قاطع ہو سکتی ہیں۔ اور کب کسی طالب حق کا نفس اسبات پر پوری تسلی پا سکتا ہے کہ فقط وہی عقلی باتیں یقینی طور پر آیت خدانما ہیں۔ اور کب یہ اطمینان بھی ہو سکتا ہے۔ کہ وہ باتیں بکلی غلطی سے مبرا ہیں۔

پس اگر ایک مذہب صرف چند باتوں کو عقل یا فلسفہ کی طرف منسوب کر کے اپنی سچائی کی وجہ بیان کرتا ہے اور آسمانی نشانوں اور خارق عادت امور کے دکھلانے سے قاصر ہے تو ایسے مذہب کا پیرو فریب خوردہ یا فریب دہندہ ہے۔ اور وہ تاریکی میں مرے گا۔

غرض محض عقلی دلائل سے تو خدائے تعالےٰ کا وجود بھی یقینی طور پر ثابت نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ کسی مذہب کی سچائی اس سے ثابت ہو جائے۔ اور جب تک ایک مذہب اس بات کا ذمہ دار نہ ہو کہ وہ خدا کی ہستی کو یقینی طور پر ثابت کر کے دکھلائے۔ تب تک وہ مذہب کچھ چیز نہیں ہے اور بدقسمت ہے وہ انسان جو ایسے مذہب پر فریفتہ ہو۔ ہر ایک وہ مذہب لعنت کا داغ اپنی پیشانی پر رکھتا ہے۔ جو انسان کی معرفت کو اس مرحلہ تک نہیں پہنچا سکتا جس سے گویا وہ خدا کو دیکھ لے۔ اور نفسانی تاریکی روحانی حالت سے بدل جائے۔ اور خدا کے تازہ نشانوں سے تازہ ایمان حاصل ہو جائے۔ اور نہ صرف لاف کے طور پر بلکہ واقعی طور پر ایک پاک زندگی مل جائے۔ انسان کو سچی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اس زندہ خدا کا اس کو پتہ لگ جائے جو نافرمان کو ایک دم میں ہلاک کر سکتا ہے۔ اور جس کی رضا کے نیچے چلنا ایک نقد بہشت ہے۔ اور جسطرح ایک مذہب کے لئے صرف عقلی طور پر اپنی عمدگی دکھلانا کافی نہیں ہے۔ ایسا ہی ایک

ظاہری راست باز کے لئے صرف یہ دعوے کافی نہیں ہے کہ وہ خدائے تعالےٰ کے احکام پر چلتا ہے بلکہ اس کے لئے ایک امتیازی نشان چاہئیے۔ جو اس کی راست بازی پر گواہ ہو۔ کیونکہ ایسا دعوئے تو قریباً ہر ایک کر سکتا ہے کہ وہ خدائے تعالےٰ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس کا دامن تمام اقسام فسق و فجور سے پاک ہے۔ مگر ایسے دعوے پر تسلی کیونکر ہو کہ فی الحقیقت ایسا ہی امر واقع ہے۔ اگر کسی میں مادہ سخاوت ہے تو ناموری کی غرض سے بھی ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی عابد زاھد ہے تو ریاکاری بھی اس کا موجب ہو سکتی ہے۔ اور اگر فسق و فجور سے کوئی بچ گیا ہے تو تہیدستی بھی اس کا باعث ہو سکتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ محض لوگوں کے لعن طعن کے خوف سے کوئی پارسا طبع بن بیٹھے۔ اور عظمت الہٰی کا کچھ بھی اس کے دل پر اثر نہ ہو۔

پس ظاہر ہے کہ عمدہ چال چلن اگر ہو بھی تاہم حقیقی پاکیزگی پر کامل ثبوت نہیں ہو سکتا۔ شاید درپردہ کوئی اور اعمال ہوں۔ لہٰذا حقیقی راست بازی کے لئے خدائے تعالےٰ کی شہادت ضروری ہے۔ جو عالم الغیب ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو دنیا میں پاک، ناپاک کے حالات مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ اور امان اٹھ جاتا ہے۔ اس لئے مابہ الامتیاز کی نہایت درجہ ضرورت ہے۔ اور جس مذہب نے راست باز کے لئے کوئی مابہ الامتیاز کا خلعت عطا نہیں فرمایا یقیناً سمجھو کہ وہ مذہب ٹھیک نہیں ہے اور نور سے بالکل خالی ہے۔ خدا کی طرف سے جو کتاب ہو وہ آپ بھی اپنے اندر مابہ الامتیاز رکھتی ہے اور اپنے پیرو کو بھی امتیازی نشان بخشتی ہے۔

غرض بغیر امتیازی نشان کے نہ مذہب حق اور نہ مذہب باطل میں کوئی کھلا کھلا تفرقہ پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ایک راست باز اور مکار کے درمیان کوئی فرق بیّن ظاہر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص دراصل بدچلن اور فاسق اور فاجر ہو۔ لیکن اس کی بدچلنیاں ظاہر نہ ہوں۔ پس اگر ایسی صورت میں وہ بھی راستبازی کا دعوئے کرے جیسا کہ ایسے دعوے ہمیشہ دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ تو پھر خدائے تعالےٰ کی طرف سے حقیقی راستباز کے لئے کونسا ایک چمکتا ہوا نشان ہے۔ جس سے وہ ایسے مکاروں سے الگ کا الگ دکھائی دے اور روز روشن کی طرح شناخت کر لیا جائے۔ حالانکہ قدیم سے اور جب سے کہ دنیا کی بنیاد ڈالی گئی ہے سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے اور یہی قانون قدرت ہے۔ کہ تمام عمدہ اور خراب چیزوں میں ایک امتیازی نشان رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ بظاہر سونا اور پیتل ہم شکل ہیں یہاں تک کہ بعض جاہل اس سے دھوکہ

بھی کھا لیتے ہیں۔ لیکن حکیم مطلق نے سونے میں ایک امتیازی نشان رکھا ہے۔ جسکو صراف فی الفور شناخت کر لیتے ہیں۔ اور بہتیرے سفید اور چمکتے ہوئے پتھر ایسے ہیں جو ہیرے سے بہت ہی مشابہ ہیں۔ اور بعض نادان ان کو ہیرا سمجھ کر ہزار ہا روپیہ کا نقصان اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن صانع عالم نے ہیرے کے لئے ایک امتیازی نشان رکھا ہوا ہے۔ جسکو ایک دانشمند جوہری شناخت کر سکتا ہے۔ ایسا ہی دنیا کے کل جواہرات اور عمدہ چیزوں کو دیکھو کہ اگرچہ بظاہر نظر کئی ردّی اور ادنیٰ درجہ کی چیزیں اُن سے شکل میں مل جاتی ہیں مگر ہر ایک پاک اور قابل قدر جوہر اپنے امتیازی نشان سے اپنی خصوصیت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔ اور خود انسان کو دیکھو کہ اگرچہ وہ صورت میں بہت سے حیوانات سے مشابہت رکھتا ہے جیسا کہ بندر سے تاہم اس میں ایک امتیازی نشان ہے۔ جس کی وجہ سے ہم کسی بندر کو انسان نہیں کہہ سکتے۔

پھر جب کہ اس مادی دنیا میں جو ناپائیدار اور بے ثبات ہے۔ اور جس کا نقصان بھی بمقابل آخرت کے کچھ چیز نہیں ہے۔ ہر ایک عمدہ اور نفیس جوہر کے لئے حکیم مطلق نے امتیازی نشان قائم کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ جوہر بسہولت شناخت کیا جاتا ہے۔ تو پھر مذہب جس کی غلطی جہنم تک پہنچاتی ہے۔ اور ایسا ہی ایک راست باز اور اہل اللہ کا وجود جس کا انکار شقاوت ابدی کے گڑھے میں ڈالتا ہے۔ کیونکر یقین کیا جائے کہ ان کی شناخت کے لئے کوئی بھی یقینی اور قطعی نشان نہیں۔

پس ایسے شخص سے زیادہ کون احمق اور نادان ہے کہ جو خیال کرتا ہے کہ سچے مذہب اور سچے راست باز کے لئے کوئی امتیازی نشان خدا نے قائم نہیں کیا۔ حالانکہ خداتعالےٰ قرآن شریف میں آپ فرماتا ہے کہ کتاب اللہ جو مذہب کی بنیاد ہے۔ امتیازی نشان اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس کی نظیر کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ اور نیز فرماتا ہے کہ ہر ایک مومن کو فرقان عطا ہوتا ہے۔ یعنے امتیازی نشان جس سے وہ شناخت کیا جاتا ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ سچا مذہب اور حقیقی راست باز ضرور اپنے ساتھ امتیازی نشان رکھتا ہے۔ اور اسی کا نام دوسرے لفظوں میں معجزہ اور کرامت اور خارق عادت امر ہے ؛

ہمارے اس قدر بیان سے ثابت ہوگیا کہ سچا مذہب ضرور اس بات کا حاجت مند ہے کہ اس میں کوئی ایسی معجزانہ خاصیت ہو کہ جو دوسرے مذہب میں وہ نہ پائی جائے۔ اور سچا راستباز ضرور اس بات کا حاجت مند ہے کہ کچھ ایسی معجزانہ تائیدات الٰہیہ اس کے شاملِ حال ہوں کہ جن کی نظیر غیروں میں ہرگز نہ مل سکے تا انسان ضعیف البنیان جو ادنےٰ ادنےٰ شبہ سے ٹھوکر کھاتا ہے دولت قبول سے محروم نہ رہے۔ سو دیکھو کہ جس حالت میں انسانوں کی غفلت اور وہم پرستی کی یہ حالت ہے کہ باوجودیکہ خدا کے سچے ماموروں سے صد ہا نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک پہلو سے خدا ان کی مدد فرماتا ہے۔ پھر بھی وہ اپنی بدبختی سے شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور ہزارہا نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھا کر طرح طرح کی بدگمانیوں میں پڑ جاتے ہیں۔ تو پھر اس صورت میں ان کا کیا حال ہوتا۔ کہ ایک مامور من اللہ کے لئے آسمان سے کوئی امتیازی نشان نہ ملتا اور صرف خشک زہد اور ظاہری عبادت کے دکھلانے پر مدار ہوتا اور اسطرح بدگمانیوں کا دروازہ بھی کھلا ہوتا۔ پس خدا جو رحیم و کریم ہے اس نے نہ چاہا کہ اس کے ایک مقبول مذہب یا ایک مقبول بندہ سے انکار کر کے دنیا میں ہلاک ہو جائے۔ پس اس نے سچے مذہب پر دائمی نشانوں کی مہر لگا دی۔ اور سچے راستبازوں کو اپنے خارق عادت کاموں کے ساتھ قبولیت کا نشان عطا فرمایا۔ سچ تو یہ ہے کہ خدا نے مقبول مذہب اور مقبول بندہ کو امتیازی نشان عطا کرنے میں کوئی بھی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور سورج سے زیادہ ان کو چمکا کر دکھلا دیا۔ اور وہ کام ان کی تائید میں دکھلائے کہ جن کی نظیر دنیا میں دیکھنے سننے میں نہیں آتی۔ خدا برحق ہے لیکن اس کا چہرہ دیکھنے کا آئینہ وہ منہ ہیں جن پر اس کے عشق کی بارشیں ہوئیں۔ جن کے ساتھ خدا ایسا ہمکلام ہوا کہ جیسے ایک دوست سے وہ غلبۂ محبت سے دوئی کے نقش کو مٹا کر توحید کی کامل حقیقت تک پہنچے۔ کیونکہ توحید صرف یہی نہیں ہے کہ الگ رہ کر خدا کو ایک جاننا۔ اس توحید کا تو شیطان بھی قائل ہے۔ بلکہ ساتھ اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ عملی رنگ میں یعنے محبت کے کامل جوش سے اپنی ہستی کو محو کر کے خدا کی وحدت کو اپنے پر وارد کر لینا یہی کامل توحید ہے۔ جو مدارِ نجات ہے۔ جس کو اہل اللہ پاتے ہیں۔

پس یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خدا تو ان میں اترتا ہے۔ کیونکہ خدا اپنے تئیں بالطبع پُر کرنا

چاہتا ہے۔ لیکن وہ اثر نا جسمانی طور سے نہیں ہے بلکہ اس طور سے ہے جو کیف اور کم سے بلند تر ہے غرض خدا کی خاص تجلّی سے حقیقی راست بازوں میں وہ برکتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو خدا میں ہیں۔ اور ان کی زندگی معجزانہ زندگی ہو جاتی ہے۔ وہ بدلائے جاتے ہیں اور ان کا وجود ایک نیا وجود ہو جاتا ہے جس کو دنیا دیکھ نہیں سکتی۔ پر سعید لوگ اس کے آثار کو دیکھتے ہیں۔

چونکہ اب وہ تجلّی موجود ہے اور ایسے آثار تائیدات الٰہیہ کے نمایاں ہیں۔ جو ہم میں اور ہمارے غیروں میں مابہ الامتیاز ہیں۔ اس لئے ہم چند ایسے نشان تحریر کر کے حق کے طالبوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ جو ماموریں کی نسبت سنت اللہ ہے۔ اور شریر متعصبوں پر خدائے تعالیٰ کی حجت پوری کرتے ہیں۔

ایک زبردست معجزہ یعنی ربّانی نشان

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے اسلام کی صداقت اور اسکی دیگر ادیان پر برتری ثابت کرنے کیلئے اور حضرت نبی کریم کی نبوت کو آخری نبوت ثابت کرنے کے لئے بیشمار آسمانی نشان دکھلائے جو حضور کی مختلف کتابوں میں اندراج پا چکے ہیں۔ یہ نشان اتنے زبردست نشان تھے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو عریاں کر کے دنیا کو دکھلا دیا۔ ہزاروں لوگوں نے ان نشانات سے فایدہ اٹھایا اور یہ نشان ان کے ایمان میں زیادتی اور پختگی کا موجب ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ سینکڑوں انسان خود حضور کی فیض صحبت سے صاحب الہام بن گئے۔ اور سچی خوابیں تو ہزاروں کو آنے لگ پڑیں۔ وہ نشان جو حضور کے ذریعے ظاہر ہوئے ان میں سے ہر ایک نشان متعدد نشانوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ وہ تعداد کے لحاظ سے ایک نشان نہیں ہوتا تھا بلکہ کئی نشانوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ان نشانوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ اس مضمون میں صرف ایک نشان کو بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش کیا جاتا ہے۔ حضور کو مختلف اوقات میں زلزلوں کے آنے کی اطلاعیں دی گئیں جو اپنے وقت پر پوری ہوتی چلی گئیں۔ آخر میں بعض ایسے زلزلوں کی پیشگوئی فرمائی۔ جو خطرناک تباہی لانے والے ثابت ہوں گے۔ ان میں سے پہلے زلزلے کی پیشگوئی کے متعلق ایک نظم میں بعض علامات بیان کر دی گئی ہیں۔ اور اس کے متعلق فرمایا کہ یہ پیشگوئی آخری حد ہے۔ (یعنی زلزلہ

کی پیشگوئی کی) وہ وعدہ ٹلے گا نہیں جب تک خون کی ندیاں چاروں طرف سے بہہ نہ جائیں (علامتوں میں سے یہ ایک علامت ہے) (تذکرہ صفحہ ۴۹۱)

ان پیشگوئیوں میں زلزلے کا جو لفظ آیا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں۔ "خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہوگا جو نمونہ قیامت ہوگا۔ بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہیے جس کی طرف سورۃ اذا زلزلت الارض زلزالھا اشارہ کرتی ہے۔ لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو۔ بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلا دے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے دیکھی نہ ہو۔ اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادت نشان ظاہر نہ ہوا اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس صورت میں میں کاذب ٹھہروں گا۔ مگر میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ شدید آفت جس کو خدا تعالیٰ نے زلزلہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ صرف اختلاف مذہب پر کوئی اثر نہیں رکھتی۔ اور نہ ہندو یا عیسائی ہونے کی وجہ سے کسی پر عذاب آسکتا ہے۔ اور نہ اس وجہ سے آسکتا ہے۔ کہ کوئی میری بیعت میں داخل نہیں یہ سب لوگ اس تشویش سے محفوظ ہیں۔ ہاں جو شخص خواہ کسی مذہب کا پابند ہو، جرائم پیشہ اپنی عادت رکھے اور فسق و فجور میں غرق ہو۔ اور زانی، خونی، چور، ظالم اور ناحق کے طور پر بداندیش بدزبان اور بدچلن ہو اس کو اس سے ڈرنا چاہیئے۔ اور اگر توبہ کرے تو اس کو بھی کچھ غم نہیں۔ اور مخلوق کے نیک کردار اور نیک چلن ہونے سے یہ عذاب ٹل سکتا ہے۔ قطعی نہیں ہے۔" منہ

اس زلزلہ یا بالفاظ دیگر خطرناک آفت کے متعلق مندرجہ ذیل دو الہاموں میں اس کا نقشہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔ پہلا الہام یہ ہے "اریدت زمان الزلزلۃ" اس سے کسی معمولی زلزلہ کی طرف اشارہ معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے جو بڑے زلازل کا ارادہ کیا ہے۔ یہ ان میں سے ایک ہے۔ جس کا وقت قریب آگیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

دوسرا الہام :- "لاکھوں انسانوں کو تہ و بالا کر دوں گا۔" انی مع الرسول اقوم "اس آفت کی پہلی علامت یہ ہے کہ اس میں لاکھوں انسانوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اور حضرت مسیح موعود کی صداقت اس سے ثابت ہو جائے گی۔

تیسری علامت :۔ حضورؑ کے الہامات سے تیسری علامت یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہ آفت حضورؑ کی زندگی کے بعد آئے گی۔ چنانچہ الہام کے الفاظ یہ ہیں۔ فتح ہے تمہاری تمہارے نام کی۔ ان دونوں الہاموں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس آفت کے آنے سے حضور کی صداقت الٰہی واضح ہو جائے گی کہ اس کو حضور کی فتح قرار دیا جائے گا۔ لیکن یہ فتح حضور کے نام کی ہوگی۔ گویا اس وقت جب یہ آفت آئے گی۔ تو حضور خود موجود نہیں ہونگے لیکن کہا یہی جائے گا کہ یہ آفت حضور کی پیشگوئی کے مطابق آئی ہے۔

چوتھی علامت :۔ اس کے متعلق حضور کو الہام ہوتا ہے "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں" جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ایسی آفت ہوگی کہ جو سمندر میں چلنے والے جہازوں پر بھی اثر انداز ہوگی یعنی جہازوں کو بھی غرق کیا جائے گا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آفت ایسی ہوگی جو جہازوں کی تباہی کا موجب بنے گی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ زلزلے سے مراد ظاہری زلزلہ نہیں بلکہ ایک خطرناک جنگ ہے۔ جو صرف خشکی پر ہی اثر انداز نہیں ہوگی بلکہ سمندر بھی اس کی لپیٹ میں آئیں گے۔

اس کے متعلق حضورؑ نے اپنی ایک نظم میں اس کی الہامات کا نقشہ کھینچا ہے۔ یہ نظم ۱۵/اپریل ۱۹۰۶ء کو لکھی گئی۔

اک نشان ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد	جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر اور مرغزار
آئے گا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب	اک برہنہ سے نہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے	کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

(یہاں بھی بحار کو اس آفت کا نشانہ بتلایا ہے)

اک جھپک میں ہو جائے گی زمیں زیر و زبر	نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آب رود بار

(الہام میں بھی خون کی نالیاں چلنے کا ذکر ہے)

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن	صبح کر دے گی انہیں مثل درختان چنار
ہوش اڑ جائیں گے انسان کے پرندوں کے حواس	بھولیں گے سب نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی	راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بے خود راہوار

خون سے مردوں کے کوہستاں کے آبِ رواں — سُرخ ہو جاویں گے جیسے ہو شراب انجبار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس — زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

(زار کی حکومت جو اپنے عروج پر تھی ختم ہو جائے گی۔ یہ بھی ایک علامت ہے)

اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربّانی نشان — آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ ناشناس — اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار

(چنانچہ الہام میں اس کو حضور کی فتح قرار دیا ہے)

وحیِ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا — کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار
یہ گماں مت کر کہ تیری بدگمانی ہے معاف — قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا اُدھار

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۴۰)

زار کی حکومت کے خاتمہ کی علامت کیسی عظیم الشان علامت ہے۔ غور کرنے والے کے لئے یہ کسقدر عظیم الشان نشان ہے۔ وہ حکومت جو اپنے انتہائی عروج پر تھی۔ کس صفائی کے ساتھ ایک گاؤں کا رہنے والا شخص پیشگوئی کرتا ہے کہ یہ حکومت تباہ ہو جائے گی۔ اس میں پہلی عالمگیر جنگ کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ